دبستان عظیم آباد: تشکیل و تعمیر

(پچھلے سبق کے بعد سے جاری............)

دبستان عظیم آباد کی تشکیل و تعمیر کے حوالے سے بھی یہ سوالات اہم ہیں مگر اکثر تنقیدی مطالوں میں ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بار بار کہی ہوئی باتوں کی تکرار ہوتی ہے اور آخر میں کم و بیش وہی نکات سامنے آتے ہیں جو پہلے سے موجود ہیں۔ ایک تازہ مثال پیش نظر ہے۔ کچھ دنوں قبل محمد زاہد الحق کا ایک مضمون (مطبوعہ رسالہ زبان و ادب ستمبر تا نومبر ۲۰۰۶ء) مجھے ابتدا میں ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح محسوس ہوا اور ایسا لگا کہ دبستان کے حوالے سے وہ بعض نئے مباحث کا آغاز کرنا چاہتے ہیں مگر دبستان عظیم آباد کی قدامت مستحکم کرنے کے بعد وہ بھی اساتذہ کی روایتی آراء کا شکار ہو کر ان ہی خصوصیات کو اس دبستان کا طرۂ امتیاز قرار دینے لگے جن سے متعلق میں اختر اورینوی وغیرہ کے حوالے سے اظہار خیال کیا جا چکا ہے۔ جہاں تک دبستان عظیم آباد کی قدامت کا تعلق ہے مجھے زاہد الحق صاحب یا ان کے اساتذہ کی اس بات سے اتفاق ہے کہ بہار میں اردو زبان و ادب کے ابتدائی خد و خال عہد امیر خسرو کے کچھ دنوں بعد ہی ابھرنے لگے تھے۔ یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ دبستان عظیم آباد میں جسے صحیح معنوں میں دبستان بہار کہنا چاہئے، اردو شاعری کی روایت کا باضابطہ آغاز مرزا عبدالقادر بیدل سے ہوتا ہے۔ یہ نکتہ موضوع بحث ہوسکتا ہے کہ بیدل کی جائے پیدائش عظیم آباد ہے یا نہیں مگر بہار سے ان کے رشتوں کا اعتراف عام طور سے کیا گیا ہے۔ یہ سترہویں صدی عیسوی کے اواخر اور اٹھارہویں صدی کے آغاز کا قصہ ہے جب مغل شاہزادہ عظیم الشان پٹنہ میں اقامت پذیر ہو چکا تھا اور محلّہ کیواں شکوہ میں شہزادوں کے لیے ایک نیا محل تعمیر ہو رہا تھا۔ اسی عہد میں یہاں بیدل کے علاوہ سید عماد الدین عمادؔ پھلواروی، ملّا محمد علیم تحقیق اور غلام نقشبند سجاد نے اردو شاعری کی اس شاندار عمارت کا سنگ بنیاد رکھا جو آنے والے زمانے میں خوب سے خوب تر بنتی گئی۔ اس سلسلے میں یہ نکتہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ راجدھانی ہونے کے سبب گرچہ پٹنہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی مگر بہار کے دوسرے علاقوں میں بھی شعر و ادب کی روایت پروان چڑھتی رہی۔ پروفیسر اختر اورینوی نے ''بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء ۱۸۵۷ء تک'' میں لکھا ہے: ''عظیم آباد پٹنہ نے صوبہ بہار کے دوسرے شہروں سے بہ حیثیت زبان و ادب امتیاز حاصل کیا۔ لیکن بہار کے دوسرے مراکز بھی اردو ادب کی تخلیق و ترویج میں مشغول تھے۔ کیونکہ اردو زبان سارے صوبے میں آہستہ آہستہ مقبول ہو رہی تھی۔''

پروفیسر اختر اورینوی نے جن علاقوں کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بھی شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے وہ تمام علاقے جو غیر مفقسم ریاست بہار کا حصہ تھے اس ادبی روایت اور وراثت کے امین رہے ہیں اور انہیں دبستان عظیم آباد کی جغرافیائی حدود میں بہ آسانی شامل کیا جاسکتا ہے۔ ریاست کی موجودہ صورت میں کم

ازکم گیا، اورنگ آباد، شیر گھاٹی اورحمزہ پور، سہسرام، آرہ، بکسر، نوادہ، بہار شریف، باڑھ بیگو سرائے در بھنگہ، سمستی پور، سیتا مڑھی، مظفر پور، سیوان، گوپال گنج، چھپرہ، موتی ہاری، بتیا، سہرسہ، کٹیہار، کشن گنج، پورنیہ، اررپہ، بھاگلپور، مونگیر، بانکا، جھاجھا اور سوپول وغیرہ میں اردو شعراء وادبا کی قابل لحاظ تعداد موجود ہے جسے بہار میں اردو کی ادبی تاریخ لکھتے ہوئے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیئے۔ البتہ انتخاب کل بھی ضروری تھا اور آج بھی اہم ہے۔ بہار میں اردو شعر و ادب کا ارتقاء کسی خاص فرقے تک کبھی محدود نہیں رہا۔ لالہ اجاگر چند الفت مہاراجہ رام نرائن موزوں اور پیارے لال الفتی کے احوال وآثار تو خیر عام طور پر دستیاب ہیں مگر فصیح الدین بلخی کی کتاب ''ہندو شعرائے بہار'' کے مطابق عہد قدیم سے بیسویں صدی کے آغاز تک اردو زبان میں شعر کہنے والے ہندو شعراء کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ آج بھی بہار میں کئی غیر مسلم شعراء و شاعرات ایسے ہیں جو اردو دنیا میں قومی سطح پر اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ خواتین نے بھی ابتدا سے ہی اس میدان میں اپنی موجودگی درج کرائی ہے۔ اختر اورینوی نے اپنی کتاب میں بی بی ولیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اردو میں دوہوں کے وزن پر لکھے گئے ان کے چند مشہور اشعار نقل کئے ہیں۔ یہ بھی سترہویں صدی کے اواخر اور اٹھارہویں صدی کے نصف اول کی شاعرہ تھیں۔ بعد کے دنوں میں ایک جمیلہ خدا بخش کا ہی نام یہ احساس دلانے کے لیے کافی ہے کہ اردو شعر و ادب کی رسائی اور پذیرائی حلقہ نسواں میں بھی رہی ہے۔ موصوفہ کا دیوان سات جلدوں میں خدا بخش اورینٹل لائبریری کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے جس کے مطالعے سے ان کی قادرالکلامی اور فنی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

(**جاری**.................)

—ڈاکٹر زرنگار یاسمین

❁❁❁